رحمت خدا

بوسیلۂ اولیاء اللہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب ہذا جملہ حقوق بحق مفتی اقتدار احمد خاں محفوظ ہیں

رحمتِ خدا بوسیلۂ اولیاء

از

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی

ناشر

صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خاں
مالک نعیمی کتب خانہ۔ گجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ کَانَ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیۡنَ الۡمَآءِ وَالطِّیۡنِ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ قَائِدِ الۡغُرِّ الۡمُحَجَّلِیۡنَ وَسِیۡلَتِنَا فِی الدَّارَیۡنِ اِلَی اللّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ وَ اَصۡحَابِہِ الطَّاهِرِیۡنَ ○

جس پر آشوب زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں یہ مسلمانوں کے لیے نہایت ہی فتنوں اور آفتوں کا زمانہ ہے۔ آج بہت خوش نصیب وہ شخص ہے جس کا ایمان موجودہ ہواؤں سے بچ جائے۔ بد مذہبی اور بے دینی کی ایسی تیز آندھیاں چل رہی ہیں جن سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے۔ اگرچہ اسلام میں نئے نئے فرقے پہلے بھی پیدا ہوتے رہے لیکن جو ہماری آج ہے وہ اس سے پہلے کے مسلمانوں میں سننے ہی میں نہ آئی تھی۔ آج ہر جاہل قرآن شریف کا مفسر بن گیا اور ہر بیہودہ آدمی بندگانِ دین اور ائمہ مجتہدین پر بکواس کر رہا ہے۔

اسلام کے ایسے مسلمہ مسائل جن کے متعلق کبھی گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا ان کا انکار کرے گا۔ آج ان مسلم الثبوت مسائل کے منکر پیدا ہو گئے۔ انہی مسائل میں سے اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مخلص بندوں کا وسیلہ ہے۔ ہر زمانہ میں ہر شخص وسیلہ کا قائل اور معتقد رہا۔ مگر آج وسیلہ کے منکر ہو گئے ہیں۔ جو دنیاوی مصیبتوں اور آلام میں حاکموں اور حکیموں کے پاس بھاگے اور مارے مارے پھرے ہیں۔ مگر انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کے وسیلہ پکڑنے والوں کو مشرک و مرتد کہتے ہیں۔ ذرا خوف نہیں کرتے۔ خدائے تعالیٰ کا غضب جس شخص جس قوم پر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ وسیلوں سے محروم کر دیتا ہے

اور جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے انہیں اس کے پیاروں کا وسیلہ نصیب ہوتا ہے خوش نصیب بندہ اپنے گناہوں پر گریہ زاری کرتا ہے۔ اور بزرگوں کے وسیلہ سے گناہوں کے میل کو دل سے دھوتا ہے لیکن بدنصیب انسان اللہ کے پاک بندوں میں عیب نکالتا ہے۔ اور ان سے دُور رہ کر رب کی رحمت سے محروم ہوتا ہے۔ تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو قرب الٰہی کا وسیلہ جان کر ان کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ وہ مقبول بارگاہ رہے۔ شیطان نے بے وسیلہ والی لاکھوں عبادتیں کیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ نہ بنایا اور مردودِ بارگاہِ الٰہی ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ **مثنوی**

چوں خدا خواہد کہ رازِ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں نہد

چوں خدا خواہد کہ ما یاری کند — میل مارا جانب زاری کند

بیشک خداء تعالیٰ جب کسی کی پردہ دری اور رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبیعت میں پاک لوگوں کی طعنہ زنی میں رغبت پیدا کر دیتا ہے۔ اور جب خداء تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرتا ہے تو گریہ وزاری کی طرف طبیعت کو مائل کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے قائل کفار بھی ہیں جانور اور بے جان لکڑیاں بھی مقبولان بارگاہ کو وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔

قرآن کریم فرما رہا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر غرق ہونے سے پہلے جوں اور مینڈک وغیرہ کے بہت سے عذاب آئے۔ مگر جب عذاب آتا تھا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ اے موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نے یہ عذاب ہم سے دور کر دیا تو ہم آپ پر ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کر دیں گے۔ مگر جب پھر ان کی دعا سے عذاب دُور ہو

جاتے ایمان لاتے تھے جب رب کو فرعونیوں کا ہلاک کرنا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچنے دیا بلکہ دریائے قلزم سے پہلے تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو صحیح وسالم نکال دیا۔ اور پھر فرعون کو دریا میں پھنسا دیا اور بولا۔ اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لاتا ہوں چونکہ وسیلہ درمیان میں نہ تھا ایمان قبول نہ ہوا۔ اور ڈوب گیا۔

کفار مکہ بھی ہر مصیبت یعنی قحط سالی وغیرہ کے موقع پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کراتے تھے اونٹوں چڑیوں اور ہرنیوں نے مصیبت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریادیں کیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ؎

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد — ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پہ شتران ناشاد — گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

بے جان کنکروں لکڑیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وسیلہ اختیار کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

نطق آب و نطق خاک و نطق گل — ہست محسوس حواس اہل دل
فلسفی کو منکر حنانہ است — از حواس اولیا بیگانہ است

اگر یہ واقعات تفصیل وار دیکھنا ہوں تو ہماری تصنیفات کا مطالعہ کرو خصوصاً سلطنت مصطفےٰ دیکھو۔

غرضیکہ پاک بندوں کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی کفار اور بے عقل مخلوق بھی قائل ہے مگر افسوس کہ ایسے ظاہر مسئلہ کے اب منکر ہوئے تو کون جانور نہیں رام لعل دوارکا پرشاد کا فر نہیں بے علم مسلمان نہیں۔ بلکہ کلمہ پڑھنے والے فاضل دیوبند کہلانے والے۔ اسلام کے ٹھیکیدار بننے والے

دیوبندی وہابی اور مولوی نے فقط انکار ہی نہیں کیا بلکہ ایسی ضد پر آئے کہ ان کے تمام وعظ، جلسے مجلسیں اسی لیے وقف ہو گئیں۔ توسل کے قائل مسلمانوں پر شرک وکفر اور طغیان کے فتوے لگنے لگے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر اور کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور مخلص بندوں کی شان میں ایسی گستاخیاں کرنے لگے۔ کہ کبھی کفار کو بھی ایسی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بعض سادہ لوح مسلمان ان کے جبہ و دستار دیکھ کر ان کے جال میں پھنس گئے۔ اور یہ بیماری متعدی مرض کی طرح روز بروز بڑھنے لگی

اس لیے میں نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہوں تو میرا وجود کس کام آئے گا۔ میں نے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے ٹکڑے کھائے ہیں ان کے نام پر پلا ہوں۔ اگر ان کے دین پر آنچ آتی دیکھوں اور حرکت نہ کروں تو ضرور میری پکڑ ہو گی۔ محافظ کتے کا فرض ہے کہ جب مالک کے گھر چور آتے دیکھے تو کم از کم چیخ وپکار کر کے چوروں کو بھگا دے۔ میرے پاس صرف چوب قلم ہے اللہ کے نام پر یہ رسالہ لکھا اس رسالے کا بھی وہی طریقہ ہو گا۔ جو "جاء الحق" اور "سلطنت مصطفےٰ" کا ہے یعنی وسیلہ کا مسئلہ دو بابوں میں بیان ہو گا۔ پہلے باب میں وسیلہ بزرگان کا ثبوت قرآنی آیات احادیث نبوی بزرگوں کے اقوال اور خود مخالفین کی تحریروں سے۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات مع جوابات کے اس رسالہ کا نام رحمت خدا بوسیلہ اولیاء اللہ رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے اور اسے میرے گناہوں کا کفارہ فرمائے۔ جو مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں وہ میرے لئے دعا کریں کہ رب تعالیٰ مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب کرے اور میرے گناہوں کے سیاہ دفتروں کو اپنی رحمت

اور مغفرت کے پانی سے دھوئے کہ اسی امید پر یہ محنت کی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○

اٰمِيْن ○ اٰمِيْن اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ وَيَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ ○

ناچیز

احمد یار خان نعیمی اشرفی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

(پاکستان)

یکم ماہِ فاخرہ ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ روز ایمان افروز طغیان سوز

دو شنبہ مبارکہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے خواہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمانوں کا وسیلۂ عظمیٰ ہیں۔ ان کی ذات وسیلہ۔ ان کا نام ان کی چیزیں وسیلہ۔ جس چیز کو ان سے نسبت ہو جائے وہ وسیلہ ہے۔ مگر فی زمانہ وہابی دیوبندی اس کے منکر ہیں۔ لہٰذا ہم رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مسئلہ دو بابوں میں عرض کرتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراض و جواب۔

پہلا باب وسیلہ کے ثبوت میں

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات ان کا نام۔ ان کے تبرکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات۔ احادیث نبویہ۔ اقوال بزرگان، اجماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

(سورۂ نساء پ۵ ع ۵) اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یا رسول اللہ ان کی سفارش کریں۔ تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجرم کے لیے ہر وقت تا قیامت وسیلۂ مغفرت ہیں۔ ظَلَمُوْا میں کوئی قید نہیں۔

اور انعام ہے۔ یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہے۔

(۲) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۵ پ ۶ ع ۶ سورۃ مائدہ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو۔

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتَّقُوا اللّٰهَ میں آ گئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

(۳) خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (پ ۱۱ ع ۱ سورہ توبہ)

اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک و صاف کرو۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے حاصل ہوتی ہے

(۴) هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پ ۲۸ - سورۃ جمعہ)

رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا۔ جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاک و صاف فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

(۵) وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔

پ۱ ع سورہ بقرہ) یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے۔ اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا۔ بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

(۶) فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ (پ۱ ع سورۃ بقرہ) آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

(۷) قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰٮهَا (پ۲ ع۱۔ سورۃ بقرہ) ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لیے ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ سے قبلہ بنا۔ جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ما و شما کا کیا پوچھنا ہے۔

(۸) وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ يَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا

وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا (پ ۱۶ ع ۱ سورہ کہف) حضرت خضر علیہ السلام نے
دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے
ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے
اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

(۹) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ (پ ۱۵ ع ۵ سورۃ بنی اسرائیل)

وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قریب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش پر اعتراض نہ فرمایا۔

(۱۰) وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (پ ۲۶ ع ۱۰ سورۃ فتح) (اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی تاکہ

اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا عبید نبوی امن کا وسیلہ ہوتا ہے

(۱۱) وَقَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا (پ ۱۵ ع ۱۴ سورہ کہف) غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تاکہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کی غار پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی۔ جس سے پتہ لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

(۱۲) اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۝ (پ ۱۳ ع ۱۰ سورہ یوسف) یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پہ ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں۔ شفا ملتی ہے۔

(۱۳) لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (پ ۳۰ سورہ بلد) میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی۔ حالانکہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کی قسم فرمائی۔

(۱۴) وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ (پ ۳۰ سورۃ التین) یعنی قسم ہے انجیر۔ زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی معلوم ہوا

کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

(۱۵) اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىٕكَةُ (پ ۲ ع ۱۵ سورہ بقرہ) شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سکینہ آویگا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں مشکلات حل ہوتی ہیں۔

(۱۶) اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ (پ ۳ ع ۱۲ سورہ آل عمران) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے

(۱۷) فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ (پ ۱۶ - ع ۱۳ طٰہٰ) سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں دی اور بچھڑا آواز دینے لگا معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی

خاک کے وسیلہ سے سونے کے بیجان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

(۱۸) قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (پ ۲۱ ع ۱۳ سورہ سجدہ)
فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

(۱۹) قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (پ ۱۶ ع ۱۴ سورہ مریم)
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

(۲۰) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (پ ۹ ع ۱۸ سورہ انفال)
اللہ انہیں عذاب نہ دیگا۔ حالانکہ آپ ان میں ہیں۔ یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں۔ کہ ان میں آپ جلوہ گر ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات عذاب الٰہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

(۲۱) وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا الخ (پ ۱ ع ۷ سورہ بقرہ)
اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من و سلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔ اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے۔ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

(۲۲) هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ (پ ۳ ع ۱۲ سورہ آل عمران) یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لئے دعا مانگی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث

قبول ہے۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

احادیث

(۱) مسند امام احمد بن حنبلؒ میں حضرت شریح ابن عبیدؒ سے بروایت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا: يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ الْعَذَابُ (مشکوٰۃ۔ باب ذکر یمن و شام)

یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہو گی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جاوے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش فتح و نصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

(۲) دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہو گئی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا أُنْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كُوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰى يَكُوْنَ نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ (مشکوٰۃ باب الکرامات) یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا۔ اونٹ موٹے ہو گئے گویا چربی سے بھر گئے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔

(۳) شرح السنن میں ابن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلے

اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار رہ گئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آگیا آپ نے شیر سے فرمایا :

یَا اَبَا الْحَارِثِ! اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مِنْ اَمْرِیْ کَیْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَہٗ بَصْبَصَۃً حَتّٰی اَقَامَ اِلٰی جُنُبِہٖ کُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَھْوٰی اِلَیْہِ ثُمَّ اَقْبَلَ یَمْشِیْ اِلٰی جُنُبِہٖ حَتّٰی اَقَامَ اِلٰی حَتّٰی بَلَغَ الْجَیْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ (مشکوٰۃ باب الکرامات) یعنی اے شیر! میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے۔ یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آگیا اور ساتھ چل دیا۔ جب کوئی آواز سنتا تو فوراً ادھر پہنچتا۔ اور پھر حضرت سفینہ کے پاس آجاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔ پھر لوٹ گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں۔ اور شیر حضور کے غلاموں کو پہچانتے ہیں۔

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَ اُمِرْتَ ؟ قُلْتُ اُمِرْتُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِیْعُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَۃِ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْہُ التَّخْفِیْفَ لِاُمَّتِکَ (مشکوٰۃ باب المعراج) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا۔ حضور کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اپنی امت کے لئے رب سے رعایت مانگئے۔ غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ

رہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ بجائے پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور نے اسی حالت میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا وَضَعَھَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِہٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِہٖ۔ یعنی خدا کی قسم ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا اور حضور اقدس منبر سے نہ اترے تھے۔ کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا۔ سات دن بارش ہوتی رہی۔ اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فَرَفَعَ یَدَیْہِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا فَمَا یُشِیْرُ اِلٰی نَاحِیَۃٍ مِّنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَجَرَتْ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پہ نہ برسے۔ ہمارے آس پاس برسے پھر بادل کو جس طرف اشارہ فرماتے ادھر ہی پھٹ جاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(۶) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔
اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ (مشکوٰۃ کتاب العلم) ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پر نور تقسیم

فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعزسے ایک بڑا گناہ ہوگیا تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ طَھِّرْنِی اے اللہ تعالیٰ کے رسول! مجھے پاک فرمادیں (مشکوٰۃ باب الحدود) معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کرکے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرمادیں کیونکہ حضور انور کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پُرنور سے مانگتے تھے۔

(۱۱) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کبشہ کے گھر ان کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ تو قُمْتُ اِلَیْھَا فَقَطَعْتُہ میں اُٹھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا (مشکوٰۃ باب الاشربہ)

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں اَیْ فَمُ الْقِرْبَۃِ تَحْفَظَتُہ فِی بَیْتِی وَاتَّخَذَتْہُ شِفَاءٌ یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا۔ تاکہ اس سے شفا حاصل کی جاوے۔ معلوم ہوا کہ صحابیہ اسی مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماروں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مس ہوجانے کی برکت سے اس چمڑہ کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماؓ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں۔ هٰذَا جُبَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِيْ بِهَا۔ (مشکوٰۃ کتاب اللباس) یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا۔ اسے جبہ شریف کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کئے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے ہیں۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے شہر میں عبادت خانہ بیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طُهُوْرِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهٗ لَنَا فِيْ اِدَاوَةٍ وَاَمَرَنَا فَقَالَ اخْرُجُوْا فَاِذَا اَتَيْتُمْ اَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوْا بَيْعَتَكُمْ وَانْضِحُوْا مَكَانَهَا هٰذَا الْمَاءَ فَاتَّخِذُوْهَا مَسْجِدًا (مشکوٰۃ باب المساجد)

ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کا غسالہ مانگا تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنا لو۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسالہ باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے۔

(۱۲) ابن ابر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی۔ کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔ وَخُذْ ذَالِكَ الشَّعْرَ وَالْاَظْفَارَ فَاجْعَلْهُ فِیْ فَمِیْ عَلٰی عَیْنِیْ وَمَوَاضِعِ السُّجُوْدِ مِنِّیْ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو اور انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن)

(۱۳) ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیص کا کفن دیا اور کچھ دیران کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا: اِنِّیْ اَلْبَسْتُهَا لِتَلْبَسَ مِنْ ثِیَابِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِیْ قَبْرِهَا لِاُخَفِّفَ عَنْهَا مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ۔ ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی تاکہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جاوے۔ اور ان کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تاکہ انہیں تنگی قبر سے امن ملے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔

(۱۴) مسلم شریف میں ہے: اِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَآءَ خَدَمُ الْمَدِیْنَةِ بِاٰنِیَتِهِمْ

فِيهَا الْمَاءُ فَمَا يُؤْتَوْنَ بِإِنَاءٍ إِلَّا غَمَسَ يَدَهُ فِيهَا (مشکوٰۃ باب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم) جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے نیچے برتنوں میں پانی لے آتے تھے۔ معلوم ہوا کہ مدینہ والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم وبخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيَقُولُونَ هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ
یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔ جواب ملے گا۔ ہاں اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہوگی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے۔ یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح ونصرت حاصل ہوتی ہے

(۱۶) بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے: هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ (مشکوٰۃ باب فضل الفقراء) تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے معلوم ہوا۔ کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے۔ فتح ونصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

شفاعتی لاھلِ الکبائرِ مِن اُمّتی (مشکوٰۃ باب الشفاعت)
یعنی میری سفارش و شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے۔
اس کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں۔ ای لِوَضعِ السّیّاٰتِ
وَ اَمّا الشَّفاعۃُ لِرفعِ الدَّرجاتِ فَلِکُلِّ مِنَ الاَتقیاءِ وَالاَولیاءِ یعنی
گناہگاروں کے لیے تو معافی دلانے کی سفارش ہوگی۔ لیکن درجات بلند
کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر قسم کا
مومن حضور علیہ الصلوٰۃ کے وسیلہ کا حاجتمند ہے۔ بہت سے بدعمل لوگ بھی
حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنتی ہو جائیں گے۔ اور کوئی
ولی بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے: کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے۔
یَشفَعُ یَومَ القِیامَۃِ ثَلٰثَۃُ الاَنبِیاءُ ثُمَّ العُلَماءُ ثُمَّ الشُّھَداءُ
(مشکوٰۃ باب الشفاعۃ)
یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء، علماء پھر
شہداء۔ لوگو! معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی طفیل علماء۔
شہداء، عام مسلمانوں کے لیے وسیلۂ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی۔ دارمی۔ ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے
یَدخُلُ الجَنَّۃَ بِشَفَاعَۃِ رَجُلٍ مِن اُمَّتِی اَکثَرُ مِن بَنِی تَمِیم۔
(مشکوٰۃ باب الشفاعت) یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے
زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔
اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ قِیلَ الرَّجُلُ عُثمَانُ
ابنُ عَفَّانَ قِیلَ اُوَیسُ قَرَنِی وَقِیلَ غَیرُہٗ۔

بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں۔ بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی بھی وسیلۂ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کسی جگہ تشریف لے جارہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔ سرکار دو عالم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ فَاِنَّہٗ شَکٰی کَثْرَۃَ الْعَمَلِ وَقِلَّۃَ الْعَلَفِ فَاَحْسِنُوْا اِلَیْہِ (مشکوٰۃ باب المعجزات) یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفع حاجات کے لیے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے ابولہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثویبہ نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا (بخاری شریف کتاب الرضاع)

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابولہب جیسے مردود نے بھی کچھ پا لیا۔ مسلمان تو ان کا بندۂ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بنجاتی ہے

بزرگانِ دین کے اقوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مخلوق کے لیے وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علما بھی وسیلہ ہیں۔ ہم صحابہ کرام کے قول اور عمل احادیث کے باب میں بیان کر چکے ہیں اب علماء اور اولیاء کے کلام کو سنو اور اپنا ایمان تازہ کرو۔

۱۔ حضور غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں اپنے خداداد اختیارات بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَاِنِّیْ عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

میں جو دنیا پر راج کر رہا ہوں اور میرے قبضہ میں زمین و زماں۔ مکین و مکان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کا مظہر ہوتا ہے۔ میں نبیوں کے چاند رسولوں کے سورج حضور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک کی نگاہ میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی اہم چیز ہیں کہ انہیں سارے مراتب عالیہ اسی سرکار سے میسر ہوئے ہیں۔

(۲) اماموں کے امام یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْکَ وَلَمْ یَکُنْ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْاَنَامِ سِوَاکَ

یا رسول اللہ میں حضور کی عطا کا امید وار ہوں اور مخلوق میں ابو حنیفہ کے لیے آپ کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۳) امام بوصیری رضی اللہ عنہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔ اور

مقبول بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو چکا ہے۔

وَمَن تَكُن بِرَسُولِ اللّٰهِ نُصْرَتُهُ ۔۔۔ اِن تَلقَهُ الاُسدُ فِي آجامِها تَجِمِ

یعنی جس کی مدد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمادیں وہ شیروں سے بھی بچ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر مصیبت کے دفع کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۴) حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہٗ اپنی کتاب بوستان میں فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم ۔۔۔ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

یعنی میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کے وسیلہ سے بروں کو بخش دیگا۔ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ علماء و صالحین کے وسیلہ سے گنہگاروں کی مغفرت مانتے ہیں۔

(۵) شیخ عطار فریدالدین قدس سرہٗ پندنامہ عطار میں فرماتے ہیں ؎

آنکہ آمد نہ فلک معراج او ۔۔۔ انبیاء و اولیاء محتاج او

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ شان والے ہیں کہ نو آسمانوں کی معراج فرمائی اور تمام نبی ولی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاجتمند ہیں۔ معلوم ہوا کہ شیخ عطار قدس سرہٗ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۶) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اگر نام محمد را نہ آوردے شفیع آدم ۔۔۔ نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام توبہ نہ کرتے تو ان کی توبہ کبھی قبول نہ ہوتی۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام حضور علیہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ نہ پکڑتے تو غرق سے نجات نہ پاتے۔ معلوم ہوا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول دعا کا اور آفات سے بچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

(۷) مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

اے بسا در گور خفتہ خاک وار   بہ ز صد احیاء بنفع و انتشار
سایہ او بود و خاکش سایہ مند   صد ہزاراں زندہ در سایہ وے اند

بہت سے قبروں میں سونے والے بندے ہزاروں زندوں سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں ان کی قبر کی خاک بھی لوگوں پر سایہ فگن ہے لاکھوں زندے ان قبر والوں کے سایہ میں ہیں۔ معلوم ہوا کہ مولانا قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کو وفات کے بعد زندوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۸) درود تاج شریف جو تمام اولیاء و علماء کا ورد وظیفہ ہے اس میں ہے وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْن۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ ہیں۔

(۹) مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں ۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر   ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو   ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن   گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن

یعنی پیر پکڑ لو کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے بہت خطرناک ہے۔ اور جب پیر اختیار کرو تو اس کے تابع فرمان ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے کہ اگر پیر کشتی کو توڑے تو دم نہ مارو۔ اگر بچہ کو بلاقصور قتل کرنے تو اعتراض نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا کے نزدیک لازم ہے۔

(۱۰) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مپندار سعدی کہ راہِ صفا　　　　تواں یافت جز در پئے مصطفٰے

اے سعدی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر تم راہ ہدایت پا سکو گے یعنی ایمان لانے اور اعمال کرنے کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔

(۱۱) حنفیوں کے معتبر عالم ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاطر فی ترجمہ شیخ عبدالقادر صفحہ ۶۱ میں فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک نے فرمایا مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ وَمَنْ نَادَانِیْ بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِّجَتْ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰہِ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ۔ یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دُور ہو گی اور جو کوئی تکلیف میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہو گی۔

اس کے بعد مولانا علی قاری نماز غوثیہ کی ترکیب بتا کر فرماتے ہیں:۔

اس کا بارہا تجربہ کیا گیا۔ صحیح ثابت ہوا۔ ملّا علی قاری حضور غوث پاک کا وسیلہ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ درست ہے اور حضور غوث پاک اپنا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ملا علی قاری وہ بزرگ ہیں جن کو دیوبندی وہابی بڑے زور شور سے مانتے ہیں۔

(۱۲) شامی شریف کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اِنِّیْ لَاَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَجِیْئُ اِلٰی قَبْرِہٖ فَاِذَا عَرَضَتْ

لِی حَاجَۃٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَ سَأَلْتُ اللّٰہَ عِنْدَ قَبْرِہٖ فَتَقْضٰی سَرِیْعًا۔

یعنی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں۔ جب مجھ کو کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے۔ تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں۔ تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ مذہب کے اتنے بڑے امام یعنی امام شافعی رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کو وسیلہ دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں۔ اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

(۱۳) حصن حصین شریف کے شروع میں آداب دعا ارشاد فرمائے اس میں بحوالہ بخاری و بزار دعا کا ایک ادب یہ بیان فرمایا۔

وَاَنْ یَّتَوَسَّلَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِالْاَنْبِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِہٖ۔

یعنی دعا مانگے انبیاء اور ایک نیک بندوں کے وسیلہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

(۱۴) اس کی شرح میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "خصوصاً حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کہ رجاء قبول بطفیل وے اکثر و اتم داو فریاد اکمل است وفعل انبیاء مرسلین و سیرت سلف صالحین است۔"

یعنی خصوصیت سے حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اس میں قبولیت بہت

زیادہ ہے اور گذشتہ پیغمبروں اور بزرگوں کی یہ سنت ہے۔ اس جگہ شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل سے قبول ہوئی۔

(۱۵) اس کی شرح الحزرالوصلین میں ملا علی قاری فرماتے ہیں مِنَ المندوبات یعنی وسیلہ مستحب ہے۔

(۱۶) فقہا فرماتے ہیں کہ استسقا یعنی بارش مانگنے کی نماز میں جب جائیں تو شیر خوار بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کر دیں اور جانوروں کو ساتھ لے جائیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا ہو اور بارش ہو دیکھو عالمگیری شامی جوہر وغیرہ۔

دیکھو بارش مانگنے کے لیے جانوروں اور بچوں کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔

(۱۷) سلطان محمود غزنوی جب سومنات کے حملہ میں گھر گیا تو آپ نے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ کو سامنے رکھ کر دعا کی۔ کہ مولا! اس کے وسیلہ سے فتح دے۔ اور ایسی فتح پائی کہ آج تک مشہور ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جبہ اسی لیے دیا تھا۔ جو وسیلہ ثابت ہوا ؞

اقوالِ مخالفین

دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نیل الشفاء بنعلِ مصطفےٰ میں فرماتے ہیں کہ فی زمانہ کثرتِ معاصی کی وجہ سے ہم پر بلیات کا ہجوم ہے اور دل و زبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے توبہ استغفار قبول نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اس کی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہو سکتا ہے اور امید قبول بھی ہے۔ منجملہ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت قوی البرکات اور سریع الاثر پایا گیا ہے۔

غور کیجیے مولوی صاحب نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف کے نقشہ کو جو ہم خود کھینچ لیتے ہیں۔ قبول دُعا کے لیے بہترین وسیلہ بتایا۔ تو جس شہنشاہ کے جوتوں شریف کا نقشہ قبول دعا کا وسیلہ ہے۔ تو خود نعل شریف کیسا وسیلہ ہو گا اور پھر اس جوتہ شریف کو پہننے والا اللہ کا پیارا معراج والا تخت و تاج والا کس درجہ کا وسیلہ ہو گا۔ بے کسوں کا کس ہے اور بے کسوں کا بس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۲) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین مبارک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں :

اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الٰہی! جس مقدس پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لیے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں۔ الٰہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔" پھر فرماتے ہیں "پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہت سے بوسے دے۔"

(۳) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین شریف کی برکات اس طرح بیان کرتے ہیں "اسی نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص تبرکاً اس کو اپنے پاس رکھے۔ ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے شیطان سرکش سے۔ حاسد کی نظر بد سے امن وامان میں رہے اگر حاملہ عورت دردِزہ کی شدت میں اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔" الخ

موجودہ دیوبندی حضرات اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی عبارتیں غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مولوی صاحب مذکور نے کس دھڑلے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل شریف کے نقشہ کو وسیلہ مانا ہے اور لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے۔ بلکہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں "اور اس کو وسیلہ برکت سمجھیں۔" کتاب کے آخری صفحہ پر اسی نعل شریف کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔

(۴) مولوی اشرف علی صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالمجید صاحب نے

مناجاتِ مقبول کے آٹھوں حزب ہیں جس کا انہوں نے اضافہ کیا ہے یہ اشعار لکھے ؎

ہیں جو تیرے بندۂ خاص اے غنی — مولوی اشرف علی تھانوی
اس کے صدقہ ہیں دُعا مقبول کر — یہ مناجات التجا مقبول کر

دیکھئے! اپنے پیر کے توسل سے دعا قبول کرا رہے ہیں۔ یہ ہے پیر کا وسیلہ!

(۵) مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ہیں عرض کرتے ہیں:

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرّۂ طاعت — گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھیگا — بنے گا کون ہمارا سوا ترے غمخوار

دیکھو! مولوی محمد قاسم صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھروسہ رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں ؎

بُرا ہوں بد ہوں گنہگار ہوں پر تیرا ہوں — ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں ہیں نابکار

(۶) مولوی اسمٰعیل صاحب صراطِ مستقیم دوسری ہدایت ہیں صفحہ ۶۰ ہیں فرماتے ہیں اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقاماتِ ولایت و قطبیت بلکہ قطبیت وغوثیت وابدالیت اور انہیں جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لیکر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کے وساطت سے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت ہیں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنیوالوں پر مخفی نہیں اسی عبارت ہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دنیا کی نعمتیں جیسے بادشاہت وامارت

اور آخرت کی نعمتیں جیسے ولایت وغوثیت سب کو ملتی ہیں۔

(۷) مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شیم الطیب ترجمہ شیم الحبیب میں حسب ذیل اشعار تحریر فرماتے ہیں ؎

دستگیری کیجئے میری نبی! کشمکش میں ہوں تم ہی ہو میرے ولی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبداللہ! زمانہ ہے خلاف اے مرے مولا خبر لیجے مری

اسی کتاب میں مولوی صاحب مثنوی شریف کا یہ شعر بھی نقل کرتے ہیں ؎

نام احمد چوں حصارے شد حصین پس چہ باشد ذات آں روح الامین

یعنی جب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔

(۸) شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کے عمل میں تحریر فرماتے ہیں "بعدہٗ ہفت کرّہ طواف کند۔ دوراں تکبیر بخواند و آغاز از راست کند و بعدہ بطرف چپ رخسار نہد" اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اور اس طواف میں تکبیر کہے دائیں سے شروع کرے بعد میں قبر کی بائیں طرف اپنا رخسار رکھے۔

اس عبارت کو مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب حفظ الایمان میں نقل فرما کر اس عمل کے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔

ان مذکورہ بالا عبارات سے پتہ لگا کہ بزرگوں کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ان کا نام بلکہ ان کی قبروں کی مٹی بھی وسیلہ ہے۔

(۹) شاہ ولی اللہ صاحب القول الجمیل میں مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ثُمَّ یَتْلُوا الشَّیْخ هَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ الخ یعنی پھر مرشد مرید

کرتے وقت یہ دو آیتیں پڑھے : پہلی آیت یہ ہے : یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ اور دوسری آیت وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔

اس کی اردو شرح میں مولوی خرم علی صاحب وہابی کہتے ہیں۔ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس حاشیہ میں لکھا ہے کہ دوسری آیت وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجئے۔ اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ اتقوا اللہ میں داخل ہے۔ اس واسطے کہ تقویٰ عبادت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت ہیں المعطوف والمعطوف علیہ۔ اس عبارت میں صاف طور پر مان لیا کہ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ میں وسیلہ سے مراد نہ ایمان کا وسیلہ نہ اعمال بلکہ مرشد کا وسیلہ مراد ہے ورنہ معطوف ومعطوف علیہ کا فرق نہ ہوگا۔

(۱۰) مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں ؎

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی ؟
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولٰے مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

مولوی صاحب اپنے مرشد کو جسمانی و روحانی حاجت روا اور انہیں خلقت کا مربی مانتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے ۔

عقلی دلائل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے حسب ذیل دلائل سے :

(۱) رب تعالیٰ غنی اور ہم سب فقیر، جیسا کہ ارشاد تبارک و تعالیٰ ہے۔ اَللّٰہُ غَنِیٌّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اور وہ غنی ہمیں بغیر وسیلہ کے کوئی نعمت نہیں دیتا۔ ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے استاد کے ذریعہ علم۔ پیر کے ذریعہ سے ایمان۔ مالداروں کے ذریعہ سے موت۔ فرشتہ کے ذریعہ سے شکل۔ ملک الموت کے ذریعہ سے موت۔ غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ تو ہم فقیر و محتاج ہو کر بغیر وسیلہ کے اس سے کیسے لے سکتے ہیں۔ وہ داتا اور غنی اور ہم منگتے اور فقیر اگر ہم نے بغیر وسیلہ اس سے لے لیا تو اس سے بڑھ گئے

(۲) دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے۔ آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ اور فرماتا ہے وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی۔ جب دنیا فقیر چیز بغیر وسیلہ نہیں ملتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کیونکر مل سکتی ہے۔ اس لیے قرآن و ایمان دینے کے لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

(۳) ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و اولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے۔ جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقینی طور پر مقبول بندے بدرجہ اولیٰ وسیلہ ہیں۔

(۴) اعمال صالحہ وسیلہ ہیں رب سے ملنے کا۔ اور اعمال کا وسیلہ انبیاءؑ

اولیاء علماء۔ تو یہ حضرات وسیلہ کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ بھی وسیلہ ہے۔ لہٰذا یہ حضرات بھی وسیلہ ہیں۔

(۵) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے تین سو سال تک خانہ کعبہ میں بت رکھے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے کعبہ پاک وصاف کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کعبہ معظمہ جو خدا تعالیٰ کا گھر ہے، وہ بھی بغیر وسیلہ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک نہ ہو سکا۔ تو تمہارے دل بغیر اس ذات کریم کے وسیلہ کے ہرگز پاک نہیں ہو سکتے۔

(۶) اسلام میں پہلے بیت المقدس قبلہ تھا۔ پھر حضور سرکار دو عالم کی خواہش پر کعبہ معظمہ قبلہ بنا تاکہ معلوم ہو کہ وہ قبلہ جو ہزارہا عبادات کی صحت کا وسیلہ ہے وہ بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ نہ بن سکا۔ لہٰذا تمہارا کوئی کام بغیر وسیلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مقبول نہیں ہو سکتا۔

(۷) رب فرماتا ہے وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ سچوں کے ساتھ رہو اور سارے سچے اولیاء علماء وسیلہ کے قائل رہے لہٰذا وسیلہ کا ماننا ہی سچا راستہ ہے۔

(۸) شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں۔ مگر وہ وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہو گیا۔ ملائکہ نے وسیلہ والا سجدہ کر کے محبوبیت پائی۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو بھی مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہے۔

(۹) قیامت میں سب سے پہلے تلاشِ وسیلہ کی ہو گی پھر دوسرے کام۔ یعنی بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے رب تعالیٰ کوئی کام شروع بھی نہ فرمائے گا۔ تاکہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں

ختم ہو جائیں گی۔ مگر وسیلہ پکڑنا وہاں بھی باقی ہے۔

(۱۰) اگر بغیر وسیلہ عبادات درست ہوتیں تو کلمہ طیبہ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ نہ ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید بھی وہی معتبر ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے مانی جاوے۔ عقلی توحید کا اعتبار نہیں۔ کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں توحید ہے اور دوسرے جز میں وسیلہ توحید۔

(۱۱) نماز التحیات سے اور درود شریف سے مکمّل ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکات نام کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی۔ جو اصل عبادت ہے۔

(۱۲) قبر میں مُردہ سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال توحید کا۔ اور دوسرا دین کا۔ مگر ان دونوں سوالوں کے جواب درست دینے پر بھی بندہ کامیاب نہیں ہوتا اور جنت کی کھڑکی نہیں کھلتی۔ سوال تیسرا یہ ہوتا ہے۔ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ تو اس کالی زلفوں والے ہرے گنبد والے محبوب کو کیا کہتا تھا؟ دیکھ تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ حضور کا فرمانبردار بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرے رسول میرے نبی ہیں اور میں ان کا امتی ہوں ؎

نکیرو! پہچانتا ہوں ان کو یہ میرے مولا میرے آقا
مگر تم ان سے تو پوچھو اتنا یہ مجھ کو اپنا بتا رہے ہیں

تب بندہ پاس ہوتا ہے اور آواز آتی ہے۔ صَدَقَ عَبْدِیْ اِفْتَحُوْا لَهٗ بَابًا مِّنَ الْجَنَّةِ۔ میرا بندہ سچا ہے اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دو۔

معلوم ہوا کہ وسیلہ کے بغیر قربیں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ وہاں اعمال کا ذکر نہیں ہوتا۔ اعمال کا ذکر تو قیامت میں ہوگا۔

(۱۳) دنیا آخرت کا نمونہ ہے کہ یہاں سے حالات دیکھ کر وہاں کا پتہ لگاؤ۔ کہ ایسے ہی وہاں بھی ہوگا۔ اس لیے قرآن کریم میں دنیا کے حالات سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ دنیا میں اصل فیض دینے والا ایک ہوتا ہے۔ اور اس سے پہلا فیض لینے والا بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ پھر وسیلہ کے ذریعہ یہ فیض اوروں تک پہنچتا ہے۔ بادشاہ ایک۔ اس کا وزیر ایک۔ پھر حکام کے ذریعہ اس کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں۔ سورج ایک اس کا وزیر اعظم چاند بھی ایک پھر اس سے فیض لیتے ہیں بے شمار تارے۔ درخت کی جڑ ایک اور اس کا تنہ ایک پھر گدّے چند اور شاخیں سینکڑوں اور پتے ہزاروں۔ ان ہزاروں پتوں میں جڑ کا فیض تنے اور گدّوں اور شاخوں کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔ انسان کا دل جو گویا جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک اس دل کا وزیر اعظم جگر ایک۔ پھر بہت سی رگیں وسیلہ کے طور پر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جن سے جسم کا ہر حصّہ دل کا فیض لیتا ہے۔

پس اس طرح رب تعالیٰ شہنشاہ اعلیٰ احکم الحاکمین ایک اور محبوب اعظم حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک۔ جو رب تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں۔ پھر اولیاء۔ علماء وسیلہ کی طرح عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کے ذریعہ رب کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے۔ ان وسائل کو چھوڑنے والا رب کا فیض حاصل نہیں کر سکتا۔

(۱۴) جب کمزور قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں ایسے وسیلہ

کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو قوی سے فیض لینے اور کمزوروں کو فیض دینے پر قادر ہو۔ اگر روٹی کو گرم کرنا ہے تو درمیان میں توے کی ضرورت ہے۔ اور اگر سورج کو دیکھنا ہے تو بیچ میں اس ٹھنڈے شیشہ کی ضرورت ہے جو سورج کی تیز شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے آنکھ کے دیکھنے کے قابل بنا دے۔ اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ٥ اور تمام بندے کمزور اور ضعیف خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ٥ ناممکن تھا کہ کمزور اور ضعیف بندہ بلاواسطہ غالب قوی رب سے فیض لے لیتا۔ روٹی نار سے بلاواسطہ فیض لینے سے مجبور و معذور ہے۔ تو ہم کمزور نور مطلق سے فیض لینے سے معذور ہیں اسی لیے خالق و مخلوق۔ رب و مربوب کے درمیان ایک ایسے برزخ کبریٰ کی ضرورت تھی۔ جو رب سے فیض لینے اور مخلوق کو فیض دینے پر قادر ہو۔ ادھر رب اعلان کرے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ نبی کا کلام رب کا فرمان ہوتا ہے ادھر وہ برزخ کبریٰ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ کر بندوں کو اپنی طرف مائل فرمائے کہ اے لوگو گھبراؤ نہیں۔ میں تم جیسا ہی بشر ہوں۔ فرشتہ یا جن وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں۔ اسی وسیلۂ عظمیٰ کا نام محمد مصطفیٰ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم ٥

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدّد کا

(۱۵) اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا بُرا اور ناجائز ہے تو نماز بھی منع ہونی چاہیئے۔ کیونکہ بالغ مُردہ کے لئے ہم وسیلہ بن کر دُعا کرتے ہیں۔ کیونکہ بالغ مُردہ کے لیے ہم وسیلہ بن کر دعا کرتے ہیں :۔

اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا اور نابالغ مردہ کو ہم اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں : اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا ۔

خدایا! اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش رو بنا کہ ہمیں جنت میں لے جاوے اور ہمارے لیے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا۔ اور اسے ہمارا سفارشی بنا۔ نماز جنازہ وسیلہ پر ہی قائم ہے۔

(۱۶) مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے کیوں؟ کیا دوسری مسجدیں خدا کا گھر نہیں ہیں ؟ صرف اسی لیے یہ ثواب بڑھا کہ اس میں حضور مصطفٰے احمد مجتبٰے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ اسی طرح مسجد بیت المقدس میں کئی ہزار پیغمبر جلوہ گر ہیں۔ کعبہ میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔ اس لیے کہ وہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مقام پیدائش ہے اور وہاں بیت اللہ۔ چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے۔ ان کے وسیلہ سے ثواب زیادہ ہو گیا وسیلہ والی عبادت کا درجہ زیادہ ہے۔

(۱۷) اور مسجدوں میں پہلی صف کا درجہ زیادہ۔ مگر مسجد نبوی میں تیسری صف کا ثواب بڑھ کر۔ اور مسجدوں میں صف کا داہنا حِصّہ افضل مگر مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حِصّہ افضل۔ کیوں ؟ اس لیے کہ تیسری صف روضہ شریف سے قریب تر ہے اور روضہ پاک مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی بائیں طرف ہے۔ جیسے جسم میں دل۔ اب بائیں طرف کھڑے ہوتے ہیں روضہ پاک سے زیادہ قریب ہو گا اور جتنا زیادہ قریب اتنا ثواب زیادہ۔ معلوم ہوا کہ حضور کی ذاتِ بابرکات

مقبولیت کے لیے وسیلہ عظمیٰ ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
(۱۸) بزرگوں کا وسیلہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا علم غیب یہ ایسے مسائل ہیں جن کے مسلمان تو کیا۔ کفار منافقین بلکہ جانور بھی قائل تھے۔ دیکھو فرعون پر جب عذاب آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتا تھا۔ ابوجہل وغیرہ کفار قحط اور دیگر مصیبتوں میں حضور سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دُعا کے لیے آتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔
وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يَكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ۔
فرعون نے ڈوبتے وقت کہا۔ اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ۔ جانور مصیبت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد لاتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ فریادرس ہی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
(۱۹) اگرچہ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی اسٹیشن پر ہی ہے۔ ایسے ہی رب کی رحمت کے اسٹیشن انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں۔ اس لیے ان کے پاس جاؤ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الخ یہی وسیلہ ہے۔
(۲۰) بادشاہ کی خاطر عمدہ جگہ، اعلیٰ ہوا اور دیگر تکلفات کا انتظام ہوتا ہے جو بادشاہ کے پاس آکر بیٹھ جاوے تو وہ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھالیتا ہے۔ ایسے ہی جہاں اللہ تعالےٰ کے پیارے ہوتے ہیں وہاں رب کی رحمت کے پنکھے چلتے ہیں۔ جو ان کی بارگاہ میں اخلاص سے حاضر ہو جاوے وہ بھی اس سے فائدہ اٹھالیتا ہے۔ یہی وسیلہ ہے۔ اسی لیے بزرگوں کے مزارات کے پاس گنہ گار اپنی قبریں بنواتے ہیں۔ مسجدیں تیار کراتے ہیں۔ وہ عبادات کرتے ہیں تاکہ ان کی طفیل بخشش ہو اور نماز زیادہ قبول ہو۔

(۲۱) اگر معمولی کام کا تعلق پیغمبر سے ہو جاوے تو اچھا بن جاتا ہے اور اگر اچھے کام کا تعلق پیغمبر سے نہ ہو تو بُرا ہو جاتا ہے۔ نفس اور نام کے لیۓ لڑنا فساد کہلاتا ہے اور حضور مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لیے لڑنا جہاد کہلاتا ہے۔ فساد گناہ اور جہاد اعلیٰ عبادت ہے۔ قابیل اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قریباً ایک قسم کا قصور ہوا۔ لیکن قابیل کے قصور کی بنا عورت کی محبت تھی اور ان کے قصور کی بنا نبی کی محبت پر۔ یہ چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو علیحدہ کراؤ تو حضرت یعقوب علیہ السلام ہم سے محبت کریں گے۔ لہذا نتیجہ میں یہ فرق ہے کہ کہ قابیل تو مردُود مرا۔ اور یہ لوگ محبوب بن گئے۔ کہ انہیں تاروں کی شکل میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ پیغمبر اعلیٰ چیز ہے ۔

○

دوسرا باب

وسیلۂ اولیاء اللہ پر اعتراضات کے جوابات

ساری اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جائے۔ جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک ملحد ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلۂ اولیاء اللہ کا انکار کیا۔ علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے۔ موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زور ہے۔ اس لیے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جو اب تک وہ پیش کر سکے ہیں۔ بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی وکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں۔ اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں:

(۱) رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝ یعنی تمہارا مدد گار خدا کے سوا کوئی نہیں معلوم ہوا کہ رب

تعالیٰ مدد گار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مدد گار ماننا ہے۔ یہ شرک ہے۔

جواب: اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا ولی اللہ کا وسیلہ درست ہے۔ رب فرماتا ہے: وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ اگر رب تعالیٰ ہی تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کو رب پہ ہی توکل کرنا چاہیئے۔ یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے۔ یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ کی ہی ہے۔ باقی وسیلوں کی مدد رب تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے۔ تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔ اگر یہ مطلب نہ کیے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ یعنی اے مسلمانو! تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا۔ نیز فرماتا ہے۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں ان میں ماسوائے اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو

ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

(۱۲) رب تعالیٰ کفار کا کفر یہ بیان کرتا ہے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لیے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کر دیں۔ معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا رسی کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ جسے شرک کہا گیا ہے لہذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب: اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا۔ فرمایا۔ نَعْبُدُهُمْ ہم اس لیے انہیں پوجتے ہیں۔ کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے۔ اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ مشرک ہے۔ الحمد للہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان۔ دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں۔ کیونکہ مشرک گنگا جل کی اس لیے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے۔ اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے۔ آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں۔ آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لیے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لیے وہ اس تعظیم سے کافر ہے۔ اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے۔ ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر

روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں اِتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے۔ وسیلہ ہدیٰ اور وسیلہ ہویٰ۔ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ نبی۔ ولی۔ الہام۔ وحی ہدایت کا وسیلہ ہے۔ اور بت۔ شیطان وسوسے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ میں وسیلہ کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔

(۳) رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ برابر ہے کہ آپ ان کے لیے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا۔ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب ان کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

جواب: یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے۔ اسی آیت سے پہلے یہ ہے: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○ جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں تو آپ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے اور غرور کرتے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے محبوب! جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لیے دعائے مغفرت کر بھی دیں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے۔

اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مسلمانوں کو دعا دیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ جناب بات یہ ہے ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

بارش ہے تو فائدہ مند۔ مگر بدقسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی۔ اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

(۴) رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا۔ اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ تب یہ آیت اتری جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کاموں سے منع فرما دیا۔ دیکھو حضور کی دعا۔ نماز جنازہ۔ قمیص پہنانا۔ منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار گیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔

جواب: اس کا جواب اسی آیت میں موجود ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا۔ اور کفر پر موت ہوئی۔ اس لیے اس کے لیے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا وسیلے مومنوں کے لیے ہیں کافروں کے لیے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیماروں کے لیے مفید ہیں۔ مُردوں کے لئے نہیں اور گنہ گار مومن گویا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

(۵) رب تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے: یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ اور کہیں فرماتا ہے: فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ o یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب: یہ سب آیتیں کافروں کے لیے ہیں۔ مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے آگے رب فرماتا ہے: وَالْکٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ مسلمانوں کے لیے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ o

اس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے۔ سوا پرہیزگاروں کے۔ کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے۔ نیز فرماتا ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ o

اس دن مال و اولاد کام نہ آئے گی۔ سوا اس کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔ معلوم ہوا کہ مومن کا مال و اولاد قیامت میں کام آویں گے۔

(۲) رب فرماتا ہے : يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ۔ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وظیفہ ہے۔ نہ کہ بزرگوں کا۔ کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

جواب : اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اعمال تو اِتَّقُوا اللّٰهَ میں آچکے تھے۔ اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہو گی۔ لہٰذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے دیوانہ مسلمان ! اور وہ نومسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا۔ ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں۔ تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کے لیے وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں۔ رمی حج میں کنکر مارنا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے۔ قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل۔ طواف میں اکڑ کر چلنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل ہے۔ اس لیے ان اعمال پہ ثواب ملتا ہے۔ کہ یہ اچھوں کی نقل ہے۔ اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری

شان حبیب الرحمان میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی۔ تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لیے پیدا کی جاوے گی بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کیے تھے۔

نوٹ ضروری:

جنت کا داخلہ تین طرح ہو گا۔ کسبی وہبی۔ عطائی۔ کسبی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ہ جنت وہبی وہ جو کسی بندے کی طفیل سے ملے اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے اور دیوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔ مگر بغیر اعمال جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے وَاَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ بِاِيْمَانٍ۔ جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو۔ جیسے جنت بھرنے کے لیے جو مخلوق پیدا ہو گی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے جنہیں جہنمی کہا جاوے گا۔ جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا لپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا۔ مگر وسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کو درکار ہے۔ غرضیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

(۷) قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا۔ يَا نُوحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ اے نوح! یہ آپ کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں۔ معلوم ہوا کہ عمل خراب ہونے پر نبی۔ ولی وسیلہ نہیں۔

جواب: جی ہاں۔ اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کے وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ تو اس نے جواب دیا۔ قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰى جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ۔ میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ وہ مجھ کو پانی سے بچا لے گا۔ اس لیے غرق ہو گیا۔ اب جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔

اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہرگز غرق نہ ہوتا۔

(۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لیے دعا کرنا چاہی تو فرما دیا گیا۔ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ ۝ یعنی اے ابراہیم ان کے لیے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آ کر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب: قوم لوط کافر تھی اور کفار کے لیے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرما دیا۔ اِذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ۔ خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھوتا۔ حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہو گئی کہ جو اس سے چھوتا اُسے بھی بخار ہو جاتا۔

اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری : انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف رب کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چل چکا ہو۔ اگر پیغمبر ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے۔ اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے! یہ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نا ممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جاوے۔ لہٰذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو

سبحان اللہ! معترض نے جو دعائیں پیش کیں۔ وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبروں کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگرچہ قبول نہ ہو۔ اس لیے رب نے فرمایا۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کے لیے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا۔ یہاں عَلَيْهِمْ فرمایا۔ علیک نہ فرمایا۔

(۹) مشکوٰۃ شریف باب الانذار میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا۔ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کر سکتا۔ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی دختر کے لیے وسیلہ نہیں۔ تو ہمارے لیے کیونکر وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب : اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ رب تعالیٰ کے مقابل

ہو کہ تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کر سکتا یعنی رب تعالیٰ عذاب دینا چاہے تو کون ہے جو دفع کر سکے یہ وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کر سکتے۔ یعنی وسیلہ مومنین کے لیے ہوتا ہے۔ کافروں کے لیے نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ جواب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہو جائے گی اور دیگر احادیث کے بھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۰ تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: كُلُّ نَسَبٍ مُّنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِيْ وَسَبَبِيْ قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوا میرے ذریعے اور رشتہ کے (شامی باب غسل میّت) فرماتے ہیں شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔ میری شفاعت میری اُمت کے گناہِ کبیرہ والوں کے لیے ہو گی۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ گناہِ کبیرہ والے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طفیل بخشے جاویں اور خود لختِ جگر نورِ نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں (شامی)

نوٹ ضروری: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں قہر الٰہی سے امن اور قیامت کے دن میدانِ محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

بعض فواید وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گنہ گاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرانا۔ اس معنی کے لحاظ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہ گاروں کو پہنچیں گے نیکو کاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی۔ کیونکہ نیکو کاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ یعنی گناہ کر سکتے نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

لوح محفوظ است پیش اولیاء

ازچہ محفوظ اند محفوظ از خطا

ان کے لیے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔ ان کے لحاظ سے فرمایا گیا۔ کہ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔ میری شفاعت میری امت کے اہل الکبائر کے لیے ہے۔

تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں۔ بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو نہ فرمایا گیا ہے ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طفیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ ابوطالب دوزخ میں جانے سے بچ گئے۔

(۱۰) بخاری شریف کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے: اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ

لعمِّ نبیّنا فاسقنا قال فیسقون ٥ الٰہی ہم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے بارش مانگتے تھے بارش بھیجتا تھا۔ اور اب ان کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگ رہے ہیں۔ بارش بھیج۔ پس بارش آتی تھی۔ معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے۔ زندوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پکڑا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

یہ ان دیوبندیوں وہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہیے کہ حضور کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور کا اسم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔ صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ رکھا جاتا۔ اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام بند کر دیا جاتا۔ درود شریف ختم کر دیا جاتا کیونکہ یہ سب حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے وسیلے ہی تو ہیں۔ حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے بال شریف اور لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارش کے لئے روضہ پاک کی چھت کھلوا دی۔ قبر شریف کھول دی اور بارش آئی۔ قرآن پاک فرما رہا

ہے کہ حضور سے پہلے والی اُمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے تھے۔ وَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف۔ ٹوپی شریف کی طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔ فِيْهِ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی۔ کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں۔ نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ ہرگز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے ان کے اولیاء کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں۔ حضرت عباسؓ نبی نہ تھے ولی تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے۔ اس کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔

وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا

یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

اَیْ بِوَسِیْلَۃِ الرَّحِمِ الَّتِیْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اس لیے دُعا کی کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے قربت تھی۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلۂ اولیاء ثابت کیا۔ چنانچہ وہ شرحِ حصنِ حصین، میں آداب الدعا وسیلۂ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں۔

"قصہ استسقاء عمر ابن الخطاب بعباس ابن عبدالمطلب ازیں باب است یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی وسیلۂ اولیاء سے ہے۔

اسی حصنِ حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملّا علی قاری فرماتے ہیں۔

وَھُوَ مِنَ الْمَنْدُوْبَاتِ وَفِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیْ فِی الْاِسْتِسْقَاءِ حَدِیْثِ عُمَرَ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ فَاسْقِنَا فَیُسْقَوْنَ وَلِحَدِیْثِ عُثْمَانَ ابْنِ حُنَیْفٍ فِیْ شَانِ الْاَعْمٰی۔

یعنی دعا میں انبیاء اولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے۔ بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوسیلۂ عباس رضی اللہ عنہ دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعا میں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک ہم تیرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔ اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا۔ اب حضرت عباس کی طفیل دُعا

کرتے ہیں۔ تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نفی کا ذکر نہیں۔ لہذا دلیل غلط ہے۔ انبیاء اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

(۱۱) حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہمارے پاس زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے، بھینسیں بکریاں لادے ہوئے آئیں گے۔ اور ہم سے شفاعت کی درخواست کریں گے۔ ہم یہ فرما کر ان کو ہٹا دیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچا دیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی ؟

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا۔ تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولےٰ کام نہیں آسکتا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ میں ہے :

وَلَا يَاتِیْ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِبَعِيْرٍ يَحْمِلُهٗ عَلٰى عُنُقِهٖ لَهٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ ۔

نوٹ ضروری : یہ واہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کے مجدد۔ مجتہد اور نہ معلوم کیا کیا بنتے ہیں۔

جواب :۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہوگا جو زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا۔ اور زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ اور کافروں کے لیے نہ وسیلہ ہے نہ شفاعت۔ لہذا اس کا

تعلق مسلمانوں سے نہیں۔

دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کر سکنے کا۔ یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم شفیع مختار اور وسیلہ با اختیار ہیں۔ اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں۔ ان پر ناراضگی ظاہر فرمانے کے لیے یہ ارشاد ہوگا۔ اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں تو اس حدیث شریف کے مخالف ہوگی۔

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ ؟

میری شفاعت میری اُمت کے گناہِ کبیرہ والوں کے لیے ہوگی نیز ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہوگی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری: وسیلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا۔ قرآن کریم رب کی بخشش کا۔ ماہِ رمضان عفوِ سیئات کا۔

دُوسرا با اختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم وکیل، حاکم، شفاد عدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔ حضور محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خداداد اختیار کا ذکر ہے۔

(۱۲) بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جا رہے تھے کہ بارش آگئی۔ پناہ پکڑنے کے لیے غار میں گھس گئے۔ ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری۔ جس سے غار کا منہ بند ہوگیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔ معلوم ہوا کہ بندے کا وسیلہ پکڑنا

جائز نہیں۔

جواب : اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسیلہ جائز ناجائز ہے دعوی کچھ اور ہے دلیل کچھ اور ہے۔ اعمال کا وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی۔ ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور ہونے کی دعا نہ کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ مگر دفع کی دعا نہ کی تو کیا اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

(۱۳) شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؏

"ندارم غیر از تو فریاد رس"

پتہ لگا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔ پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریاد رس ماننا پڑے گا۔

جواب : اس جگہ حقیقی فریاد رس مراد ہے۔ اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریاد رس ہیں۔ یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں ؎

ہر کہ فریاد رس روز مصیبت خواہد
گو در ایام سلامت بجوانمردی کوش

جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریاد رس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

ایک دوا کا نام شربت فریاد رس ہے۔ کہو یہ نام شرک ہے یا نہیں؟ تعجب ہے کہ شربت تو فریاد رس بن جاوے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم فریاد رس نہ ہوں۔

(۱۴) بوستان میں ہے ؎

بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم
بمانند کروبیاں صم و بکم

یعنی اگر رب تعالیٰ ڈرانے کے لئے حکم کی تلوار کھینچے تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ جائیں گے۔

کہیئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرما رہے ہیں اوروں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جواب: جناب! یہاں رب کے مقابلے میں یہ بات کہی گئی ہے یعنی اگر وہ غضب فرمادے تو کوئی اس کے مقابل دم نہیں مار سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ گفتگو تو اس بارے میں ہے کہ رب تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے مجرم بندوں کی سفارش کر سکتے ہیں۔ اور رب تعالےٰ ان کی طفیل گنہ گاروں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ یہ وسیلہ ہے اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

شیخ سعدی قدس سرہٗ کا یہ شعر نہ دیکھا ؎

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل
بمہمان دار السلامت طفیل

یارسول اللہ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کی طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جاویں۔

نیز فرماتے ہیں ؎

خدایا بحق بنی فاطمہؓ | کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ

الٰہی! حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں ؎

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم | بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گنہ گاروں کو بخشش دیگا۔

(۱۵) اگر اللہ کے مقبول بندے خدا رسی کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پا لینے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک کہ منزلِ مقصود تک پہنچیں۔ مقصود پر پہنچکر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پا لیا۔ اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب: وسیلے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لیے ریل گاڑی۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کے لیے چراغ۔ پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچکر چھوڑ دیا جائیگا لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا۔ روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اُسے گُل کیا تو اندھیرا ہو جاویگا۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دُوسری قسم کا وسیلہ ہیں۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے۔ ایسے ہی ہمارے! دنیا کو ہماری حاجت دائمی ہے۔ اس لیے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱۶) جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب العلمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے۔ ہر شخص اس کے دروازے پر بلا واسطہ جاوے اور فیض لے۔ وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب العلمین کے خلاف ہے۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافعی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لیے امیروں کے پاس اور شفا لینے کے لیے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ احکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ کچہری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟

جناب! وسیلے رب تعالیٰ کے دروازے ہیں یا اس کے چکمہ۔ ان کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ۔ انبیائے کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے۔ تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔ رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں۔ سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام دہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

(۱۷) وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بد عمل ہو جائیں گے۔ جب انہیں خبر ہو گی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بخشوا لیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں؟

جواب : یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بد عملی اور زکوٰۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کرکے توبہ کرلیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوٰۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کمائی کیوں کریں۔ جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں ؟ جو اس کا جواب ہے وہی اس کا اعتراض ہے۔

جناب ! جیسے توبہ کی قبول کا یقین۔ مالداروں کی زکوٰۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔

ایسے ہی اگر بد عملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بد عملی بڑھے گی۔ کیونکہ جب گنہ گار شفاعت سے مایوس ہو گا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے۔ لاؤ دس گناہ اور کرلو۔ شیخ فرماتے ہیں ؎

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود ‌ ‌ بر آرد بہ چنگال چشم پلنگ

جب تک بلی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے۔ مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے۔ مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

(۱۸) مشرکین عرب اسی لئے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے۔ اور انہیں خدا رسی کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لیے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس مانا۔ اسی طرح تم بھی نبیوں۔ ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ برابر ہو۔

جواب: ایک ہے رب تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے رب کا قانون۔ قدرت تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے۔ قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں ہے

وَاَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

اس کی شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کُن فرمادے۔ تو وہ شئی ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے: مثلاً

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ۔ فرما دو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کردیا گیا ہے۔

وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ نبی صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں پاک فرماتے اور کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝ کہو کہ یا اللہ! جیسے میرے ماں باپ نے صغر سنی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی ان پر رحم فرما۔ دیکھو موت دینا۔ پاک کرنا۔ پالنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ مگر بندوں کے ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام

نہیں فرما سکتا۔ لہٰذا اس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لیے عالم سنبھالنے کے لیے مقرر کیے ہیں۔ یعنی انہوں نے اپنے بندوں کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا۔ لہٰذا وہ مشرک ہوئے۔ اسی لیے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب تعالیٰ کو ان کا حاجتمند مانتے تھے۔ قرآن کریم اسی وسیلہ کی تردید فرماتا ہے:

لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۝ یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ اس کا ملک میں کوئی شریک ہے نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔ یعنی اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لیے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے۔

پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کے بعض بندے اس لیے اس کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے۔ جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہِ عالیہ کے خدام اور کارندے۔ لہٰذا وہ مشرک تھے اور یہ مومن رہے۔ غرضیکہ جو رب تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر رب کے قانون کا منکر ہے وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری: ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش و پرورش ماں باپ کے

وسیلہ سے۔ علم وہنر استاد کے وسیلہ سے۔ تندرستی حکیم کے وسیلہ سے۔ موت ملک الموت کے وسیلہ سے۔ غسل غسال کے وسیلہ سے۔ کفن درزی کے وسیلہ سے۔ دفن گورکن کے وسیلہ سے۔ پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ۔ قرآن۔ روزہ۔ نماز۔ رب کی پہچان۔ غرضیکہ یہ ساری نعمتیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ملیں۔ پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا۔ مگر جاہل۔

نوٹ: ساری عبادات کا فائدہ صرف انسانوں کو ہوتا ہے۔ مگر وسیلہ کا فائدہ انسان۔ جن۔ فرشتہ۔ جانور بلکہ درخت۔ زمین۔ زمان سب کو ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طفیل سے متبرک ہوگیا۔ ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کے لیے فرمایا گیا۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہو اُسے پیو اور اس سے غسل کرو۔ چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے۔ غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

(۱۹) موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال تک سو کر جب جاگے۔ تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے۔ حضرت عزیر علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کیے گئے تو رب نے پوچھا کَمْ لَبِثْتَ؟

تم یہاں کتنے دن ٹھہرے ؟ تو عرض کیا۔ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ ہیں دن یا اس سے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا۔ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ ۲ تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی۔ تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے۔ جب اتنے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے۔ جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں کی خبر رکھتے ہیں۔ معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی۔ جس کی خبر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچکر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ تو انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرانے کی کیا ضرورت پڑی ؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝ اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلے پیغمبروں کو پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں ؟ اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا ؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ

حدیث شریف میں وارد ہے۔

اصحاب کہف اور حضرت عزیر علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا۔ اس لئے رب تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا۔ اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے۔ صرف آنکھ سوتی ہے مگر تعریس کی رات رب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمالیا۔ اور نماز فجر قضا ہوگئی تاکہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی ولی وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے درود وسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے۔ جیسے سونے والا۔ استنجا والا۔ نمازی اور اذان کی حالت۔ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہیئے تھا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن۔ جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہوگا۔ مگر مومن کے لیے ایک نماز کے برابر ہوگا۔ وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے۔ اور شربت پر ایک دن۔ لہذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ جتنے کے لحاظ سے تھا۔ اور رب تعالےٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا

(۲۰) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت کوشش کی کہ ابوطالب ایمان لے آویں۔ مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں۔ بلکہ آیت اتری اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب: اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبّت کریں اُسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ کیونکہ آپ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ہیں۔ ہر بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہیں۔ کافر ہو یا مومن مخلص ہو یا منافق۔ مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ سے محبّت کرے اور آپ سے جو محبّت کرے گا۔ وہ آپ کی بات مانے گا۔ ابوطالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی۔ کلمہ نہ پڑھا لہٰذا ہدایت نہ پا سکے۔ اس میں خود ان کا اپنا قصور ہے۔ اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کر سکے تو اس کا نصیب آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہ کرتا۔ پھر بھی ابوطالب کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے۔ بلکہ آگ کے جھیرے میں ہیں۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے

(۲۱) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی خدمت نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیسا؟

جواب: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تاکہ صبر میں فرق نہ آوے۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ استقامت کہ اتنی شدید اور سخت

مصیبتوں میں ثابت قدم رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ہوئی۔

(۲۲) قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیا علیہ السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں۔ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کو گم پا کر لوگوں سے پوچھا کہ ہُدہُد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہُدہُد نے آکر کہا میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اُس کا تخت۔ دیکھو ہدہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگا نہ شہر سبا کا۔ جب وہ کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب: اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہُدہُد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ عرض کیا۔ اِنِّیْ اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ۔ میں اس چیز کا احاطہ کر کے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جا کر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے۔ خبر تو آپ کو بھی مگر اظہار نہ تھا۔ تاکہ پتہ لگے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے لیے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔ دیکھو ہدہد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا۔ اور بھی ہزارہا اس میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی۔ اس لیے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر تھے۔ بلکہ وقت کا انتظار تھا۔ اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں آپ کے حاجتمند کیے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی ملک یمن کا پتہ پوچھا اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی۔ بلکہ پلک جھپکنے سے پہلے تخت لا کر حاضر کر دیا۔ انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا نہیں تھی۔ اور ضرور تھی تو جن کی صحبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ وہ بے خبر ہوں یہ ناممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا کہ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤنگا۔ بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی۔ خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو اور استاذ کو نہ ہو۔ رب تعالیٰ سمجھ دے۔ غرضیکہ آپ کو علم تھا۔ مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔ طلب وسیلہ برائے حصولِ مرادات از خدائے تعالیٰ چیزے دگر است۔

(۲۳) رب تعالیٰ فرماتا ہے یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ۔ کہ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ مَنْ یَّشَآءُ میں مَنْ عام ہے۔ نبی ولی سب کو شامل ہے۔ (بعض بے ادب دیوبندی)

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔ عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر

دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جمیلہ۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا :۔
سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ یہ اور اس کی بیوی عنقریب
بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے ۔ دُوسرے وہ جن کے جنتی ہونے کی
خبر دی گئی۔ فرمادیا گیا۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ اللہ
تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یا
فرمادیا۔ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت
کا وعدہ کرلیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی۔ جیسے
ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جنتی ہونا
ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ایک ہونا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ
کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا۔ تمہاری
پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ
خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رب تعالےٰ
جسے چاہتا ہے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور
جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے۔ یعنی لوگوں کے جنتی اور
جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہو گا۔ ہر
ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے
جہنمی کر دے اور جس کافر کو چاہے جنتی بنا دے۔ بلکہ جس کو جہنمی چاہ چکا
وہ جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا۔ اب اس
کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہو گا۔

(۲۴) قرآن کریم فرمارہا ہے کہ کفار نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

مطالبہ کیا کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا الآیۃ
یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کردیں۔ یا آپ کے پاس کھجور و انگور کا باغ نہ ہو۔ جس کے بیچ میں نہریں ہوں۔ الخ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں۔ اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے لگانا۔ باغ اگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشنا عزت ذلت دینا۔ مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب: نبی میں اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے۔ یہ کہو ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں۔ کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزمایا وہ مٹا دی گئی۔ فرعون۔ نمرود۔ قوم عاد و ثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے۔ ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے چشمے بہا دیئے۔ وہ تو کھجور و انگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا۔ کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا۔ لکڑیوں کنکریوں سے اپنا کلمہ

پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنا دیا جس کو چاہا غنی کر دیا۔
ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

بوریا ممنونِ خواب راحتش　　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

غرضیکہ ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تاکہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

خاتمہ

حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں دیوبندوں کو خدا نے گمراہ کر دیا۔ ان کی شامت آ گئی ہے۔ اس لیے تمام وسیلوں سے منہ موڑ رہے ہیں جسے خدا ہدایت دیتا ہے وہ ولی اور مرشد کے دامن میں رہتا ہے اور جسے رب گمراہ کرتا ہے اس کا نہ ولی نہ مرشد۔ رب فرماتا ہے: وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ جسے رب گمراہ کر دے اس کے لیے نہ تو تم کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد۔ یہ بے پیرے بے نورے درگاہِ الٰہی سے نکالے ہوئے ہیں — یہ ساری باتیں اسی سبب سے ہیں مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر نئے مذہب سے بچیں اسی راستے پر رہیں جو اب تک اللہ کے نیک بندوں کا ہے بے سمجھے بوجھے قرآن کا ترجمہ گمراہی کا راستہ ہے رب فرماتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۝ رب تعالیٰ اس قرآن سے بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت کو گمراہ کر دیتا ہے ہدایت ملنے کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اچھوں کے ساتھ رہو۔ رب فرماتا ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

ہمیں سورہ فاتحہ میں یہ دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ اے مولیٰ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے (یعنی قائم رکھ) ان بندوں کے راستہ پر جن پر تو نے وہ راستہ انعام کیا۔ یعنی نبیوں۔ صدیقوں۔ شہداء اور صالحین کے راستہ پر قائم رکھ۔ آج ہر چکڑالوی۔ ہر قادیانی۔ ہر دیوبندی وہابی۔ ہر بے دین قرآن کریم بغل میں دبائے پھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ قرآن کی رُو سے میں سچا ہوں۔ جیسے کہ یزیدیوں نے بے سوچے سمجھے نفسانی خواہش سے قرآن پڑھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر یہ آیت چسپاں کی فَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ یعنی جو بادشاہ اسلام سے باغی ہو جائے اس سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ رجوع کرے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو باغی اور یزید پلید کو بادشاہ اسلام بنایا۔ غرضیکہ بے سمجھے قرآن کے ترجموں نے بہت لوگوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤ تو اسی راستہ پر چلو جو اولیائے کرام اور علمائے عظام کا راستہ ہے اور اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں اولیاء موجود نہیں معلوم ہوا کہ یہی جماعت حق پر ہے۔ جب تک دین موسوی منسوخ نہ ہوا تھا بنی اسرائیل میں ہزارہا ولی ہوئے۔ جب وہ منسوخ ہو گیا اب ان میں کوئی ولی نہیں۔ حضرت مریم۔ اصحاب کہف۔ آصف بن برخیا جن کے قصے قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ سب بنی اسرائیل کے ولی تھے۔ جریج اسرائیلی کی ولایت کا یہ حال تھا کہ اس نے چار سال کے بچہ سے اپنی پاکدامنی کی گواہی لے لی مگر بتاؤ جب سے یہ دین منسوخ ہوا اب کوئی یہودی عیسائی ولی ہوا۔ جب ان

میں ایمان ہی نہیں۔ تو ولایت کہاں سے آوے اسی طرح آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں ولی نہیں۔ کوئی دیوبندی ولی نہیں۔ کوئی قادیانی چکڑالوی غیر مقلد ولی نہیں۔ ادھر دیکھو کہ حضور غوث پاک سرکار بغداد ہم میں۔ حضور خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہم میں۔ حضور خواجہ بہاؤالدین نقشبند ہم میں۔ حضور شیخ شہاب الدین سہروردی ہم میں گزرے ہیں۔ اب بھی مذہب اہل سنّت میں ہزارہا اولیاء جلوہ گر ہیں۔ حضرت پیر سیّد حیدر شاہ صاحب جلالپوری۔ حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اعلیٰ حضرت بریلوی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور تمام گدی والے حضرات ہماری ہی جماعت میں ہیں۔ یہ تمام حضرات پکے سُنّی حنفی وسیلہ کے قائل، نیاز۔ عرس۔ فاتحہ۔ میلاد شریف۔ گیارہویں شریف پر عامل رہے۔ ان اولیاء کرام کا ہم میں ہونا مذہب اہل سنت کی حقانیّت کی کھلی دلیل ہے۔ آج تمام فرقوں کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے مذہبوں میں اولیاء دکھائیں۔ ولی کی پہچان قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ خلقت انہیں ولی مانتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ان کیلئے دنیا و آخرت میں خوشخبری دنیا کی خوشخبری عام لوگوں کا ان کی طرف جھکنا۔ اور آخرت کی خوشخبری ملائکہ کا انہیں مبارکباد دینا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اللہ تعالیٰ ان کی محبت سب کے دلوں میں ڈال دیگا۔ جن بزرگوں کے نام ہم نے گنائے ہیں ان کو عام خلقت ولی مانتی ہے۔ چونکہ دیوبندیوں میں کوئی نہیں۔ اس لیے وہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینے لگے۔ جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود مرزا میں کوئی کرامت

یا معجزہ نہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرنے لگے۔ بہر حال مسلمان اس فقیر کے اس قاعدہ کو یاد رکھیں کہ وہی راستہ اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آج کل کی تہ ہر بلی ہواؤں سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا۔ گلدستہ کی گھاس پھولوں کے وسیلہ سے بادشاہوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے۔ بادام کے چھلکے مغز کے ساتھ تلتے ہیں مگر علیحدہ ہو کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتابوں سے علم و حکمت ملتا ہے لیکن دین کسی کی نظر سے نصیب نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

علم و حکمت از کتب دین از نظر　　دین مجو اندر کتب اے بے خبر
بوسہ زن بر آستانے کاملے　　کیمیا پیدا کن از مشتے گلے

دین صرف کتابوں سے نہ ڈھونڈو۔ کتابوں سے صرف علم ملتا ہے اور دین کامل کی نگاہ کرم سے۔ اپنے جسم کو کیمیا بنا لو اس طرح کہ کسی کامل کے آستانہ پر ادب سے بوسہ دو۔

اگر قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لینے سے دین مل جایا کرتا تو ابوجہل، ابو لہب اور ابلیس اوّل درجہ کے مومن ہوتے کیونکہ یہ ترجمہ جانتے تھے صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض حاصل نہ کیا مارے گئے۔

آؤ ہم مثنوی شریف کا ایک قصہ سنا کر رسالہ کو ختم کریں تاکہ وسیلۂ اولیاء کا رسالہ ولی کامل کے ذکر پر ختم ہو۔

حکایت

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ العزیز کے زمانہ میں

بسطام شریف میں ایک رنڈی آگئی۔ جس کے حسن و جمال اور خوش آوازی پر خلقت عاشق ہو گئی۔ مسجدیں۔ خانقاہیں خالی ہو گئیں اور رنڈی کے گھر تماشائیوں کا ہر وقت میلہ لگا رہتا۔ کسی شخص نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ کے زمانہ اور آپ کے شہر میں ایسا فسق و فجور۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس شخص نے سارا ماجرا عرض کر دیا۔ فرمایا ہمیں اس رنڈی کا مکان بتاؤ آپ مصلّے اور لوٹا لے کر اس کے گھر پہنچ گئے۔ تمام تماشائی آپ کو دیکھ کر غائب ہو گئے آپ نے اس رنڈی کے دروازے پر مصلّے بچھا دیا۔ اور نوافل شروع کر دیئے۔ جو ادھر آتا آپ کو دیکھ کر لوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گذر گیا۔ اور کسی کے آنے کا خطرہ نہ رہا۔ تو آپ نے اس رنڈی سے پوچھا تیری روزانہ کی آمدنی کتنی ہے اس نے بتائی آپ نے اتنی نقدی مصلّے کے نیچے سے نکال کر اس کے حوالے کر دی ؎

فقیروں کی جھولی میں ہوتا ہے سب کچھ ۔۔۔ مگر چاہیے ان سے لینے کا ڈھب کچھ
بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

پھر آپ نے اسے فرمایا کہ اب تیری آج رات ہم نے خرید لی کیونکہ تیری اُجرت دیدی اس نے عرض کی کہ ہاں بے شک۔ پھر حضور نے فرمایا۔ اچھا اب ہم جو کہیں تو وہ کر۔ بولی بہت اچھا۔ آپ نے فرمایا وضو کر کے دو نفل کی نیت کر۔ غرضیکہ اسے نماز میں کھڑا کر دیا۔ جب تک اس نے قیام کیا وہ رنڈی تھی۔ رکوع میں گئی تو رنڈی تھی۔ قومہ کیا تو رنڈی تھی مگر جب سجدہ میں گئی ادھر تو اس کا سر سجدہ میں جھکا اور ادھر سلطان العارفین کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آپ نے بدرگاہِ خدا عرض کیا ؎

آنچہ کارم بود آخر کردمش
کز زنا سوئے نماز آوردمش

اے مولیٰ تو قوی ہیں ضعیف۔ تو رب مَیں بندہ۔ مجھ عاجز، کمزور اور ضعیف بندے کا تو اتنا ہی کام تھا کہ فاسقہ کو زنا سے ہٹا کر تیرے دروازے پر جھکا دیا۔ اگلا کام تیرا ہے کہ تو اس جھکے ہوئے سر کو قبول کرے یا رد کر دے۔ پھر عرض کیا کہ اگر تو نے اس سر کو رد کر دیا تو میری بدنامی ہو جائے گی کہ لوگ کہیں گے سلطان العارفین تیرے دروازے سے کیا دے گئے ہے

بر درت آوردہ ام من اے خدا
قلب قلب طفیل مصطفیٰ

یہ نہ دیکھ کہ آنے والا کون ہے۔ مولیٰ! یہ دیکھ کہ لانے والا کون ہے۔ اگرچہ آنے والی ایک فاسقہ ہے۔ لیکن لانے والا میں گنہ گار ہوں۔ اس لیے اس ہرے گنبد والے کالی زلفوں والے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اس کے دل کا رُخ بدل دے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ فاسقہ ولیہ بن گئی۔ پھر بعد میں اس کے دوست جب اُسے بلاتے تو وہ اندر سے کہلا بھیجتی ۔ کہ اب میں نے ان آنکھوں سے سلطان العارفین کو دیکھ لیا۔ جو سلطان العارفین کو دیکھ لے وہ کسی کو نہ دیکھے۔

سورج کی شعاعیں کسی آتشی شیشہ کے ذریعہ کسی کپڑے پر ڈالی جائیں تو وہ کپڑا جل جاتا ہے اگر یہ آتشی شیشہ درمیان میں نہ ہو۔ تو جلن پیدا نہیں ہوتی۔ مدینہ کے سورج صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانی شعاعیں بغداد والے یا اجمیر والے شیشہ کے ذریعہ دل پر ڈالو۔ تاکہ

نبش اور درد پیدا ہو۔ یہ دردِ دل وہ چیز ہے جس کے سبب انسان فرشتوں سے افضل ہوا ۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

اَحْقَرُ الْعِبَاد

احمد یار خاں

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ

گجرات

بکتابت
سید فاضل شاہ انور قلمکار گجرات